بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرن چوہدری نے یہ ناول (محبت فرض ہے تم پہ) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (محبت فرض ہے تم پہ) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

چت لیٹے وجود میں ہلکی ہلکی جنبش ہونے لگی۔

سانسوں کی آواز میں تیزی آنے لگی۔

لبوں کی مدھم سے حرکت جیسے کسی کا نام پکار رہی ہو، بے چینی، بے قراری سے سر نفی میں ہلنے لگا۔

"ارماااااان۔۔۔۔۔"

وہ چیختے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

اد گرد نگاہیں دوڑائیں تو سن ہوتے دماغ نے سمجھنے میں کچھ مدد نا کی۔

"میں کہاں ہوں۔۔۔۔؟؟"

کمرے کا جائزہ لیا۔

وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"ماشااللہ آپ کو ہوش آ گیا۔۔"

نرس خوشی کے تاثرات لیے اس کی طرف لپکی۔

"میں کہاں ہوں۔"

وہ بنا تاثر کے بولی۔

"آپ ہاسپٹل میں ہیں۔۔۔۔ سی ایم ایچ اسلام آباد۔۔۔"

نرس اسکے ری ایکشن سے پریشان ہو گئی۔

"میں یہاں کیوں آئی۔۔۔۔؟"

وہ بیڈ سے نیچے اتر آئی اور لڑکھڑا کے گری۔

"آپ کو نیچے نہیں اترنا چاہیے۔"

نرس اسے اٹھا کے دوبارہ بیڈ پہ بیٹھا کہ چلی گئی۔

وہ حیرت اور نا سمجھی سے الجھن بھرے چہرے کے ساتھ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"ڈاکٹر زاکر۔۔۔۔میجر کو ہوش آگیا ہے بٹ وہ کسی چیز کو پہچان نہیں پا رہیں۔۔۔۔۔"

نرس شدید پریشانی سے بولی۔

"کیا مطلب پہچان نہیں پا رہی۔"

ڈاکٹر زاکر جلدی سے اسکے روم کی طرف بھاگے۔

"اسلام و علیکم۔"

ڈاکٹر زاکر پیشہ وارانہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے روم میں داخل ہوئے۔

وہ بنا کچھ بولے الجھن بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔

"کیسی طبعیت ہے اب آپکی۔۔۔؟۔"

وہ بی پی آپریٹر اسکے بازو پہ سیٹ کرتے ہوئے بولے۔

"کیا ہوا میری طبعیت کو۔۔۔۔۔؟؟"

الٹا سوال کر گئی۔

"آپ کو بلٹس لگی تھیں۔"

ڈاکٹر زاکر اسکے چہرے کہ اتار چڑھاؤ دیکھتے ہوئے بولے۔

"کب۔۔۔۔؟؟"

وہ تھکن زدہ لہجے میں مدھم سا بولی۔

"تین ہفتے قبل۔"

بی پی چیک کرنے کے بعد اسے سپلیمینٹس دیے اور نیند کا انجیکشن دے کہ باہر آ گئے۔

"کیسی ہے وہ۔۔۔یاداشت کھوئی ہے یا برین پیرالائس ہوا ہے۔"

ڈاکٹر فرح پوچھ رہیں تھیں۔

"ابھی میں نے لائٹ ڈوز دے دی ہے، کرنل صاحب کو انفارم کر دیں پھر سٹی سکین اور ایم آر کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر زاکر پریشان لگ رہے تھے۔

"عجیب بات ہے بلٹس تو پیٹ میں لگیں ہیں پھر یاداشت کیسے کھو سکتی ہے۔"

ڈاکٹر فرح تشویش ناک لہجے میں بولیں۔

"وہ جب ہاسپٹل لائی گئیں تھیں بلڈ بہت زیادہ بہہ چکا تھا۔۔۔۔۔جس کی وجہ سے قومہ سٹیٹ میں چلی گئیں تھیں۔۔۔۔اتنی کریٹیکل سیچویشن تھی ان کی۔۔۔"

ڈاکٹر زاکر نے کرنل صاحب کو کال کی اور صورت حال سے آگاہ کیا۔

♡♡♡

دن کے گیارہ بج رہے تھے اور اسکے کمرے کا دروازہ مسلسل بند تھا۔

"جاؤ بھائی کو جگاؤ۔۔۔"

ماں نے کہا تو سوہا کمرے کی طرف چل دی۔

"دروازہ ناک کر کر کے واپس آ گئی۔

"نہیں کھولا مما۔"

ندا مایوسی سے بولی۔

"آپ جائیں تو۔۔۔۔"

ہدا نے کہا تو وہ اٹھ کے سیڑھیاں چڑھتی اسکے کمرے کی طرف آئیں۔

"عاصم۔۔۔۔۔عاصم بیٹا۔۔۔۔دروازہ تو کھولو۔۔۔۔دن کے بارہ بج رہے ہیں۔"

حائقہ بیگم دروازہ بجاتے ہوئے بولیں۔

"کھانا کھالو بیٹا۔۔۔۔۔۔"

مسلسل دروازہ بجاتے ہوئے بولیں۔

کلک کی آواز سے دروازے کا لاک کھلا اور عاصم کی سوتی ہوئی جمائیاں لیتی شکل ان کے سامنے آئی۔

"مما سونے دیں نا۔۔۔۔۔کھالوں گا جب بھوک لگی تو۔"

بے زار لہجے میں بولا۔

"دو دن ہو گیے تمہیں آئے ہوئے۔۔۔۔ہمارے ساتھ ایک دفعہ بھی نہیں بیٹھے ہو۔"

حائقہ بیگم شکوہ کناں ہوئیں۔

"مما پلیز۔۔۔۔۔میری نیند خراب مت کریں۔۔۔۔"

انتہائی بے زاریت سے کہتا دروازہ بند کر گیا۔

"زندگی تو خراب کر ہی دی آپ نے۔"

بڑبڑاتا ہوا جا کہ بیڈ پہ لیٹ گیا۔

حائقہ دکھی سی ہو کر پلٹ گئیں۔

وہ دھپ سے بیڈ پر اوندھے منہ گر سا گیا۔

کل اسکی اشعر سے ہوئی ملاقات پھر سے ڈسنے لگی۔

بلیک جینز اور بلیک شرٹ پہنے ہاتھ میں رسٹ واچ پہنے وہ نک سک سے تیار ہو کر عجلت میں نکلا۔

"کہاں جا رہے ہو عاصم۔۔۔"

حائقہ نے آواز لگائی۔

"فرینڈز کے پاس۔۔۔۔"

عجلت بھرے لہجے میں کہتا وہ گھر سے نکل گیا۔

گاڑی سڑک پر فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔

وہ ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے رکا۔

"بات سنو۔۔۔۔اشعر گھر پر ہے۔"

وہ گاگلز اتارتے ہوئے گیٹ کیپر سے مخاطب ہوا۔

"جی صاحب گھر پر ہی ہیں۔"

New Era Magazine

چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔

وہ گاڑی اندر لے آیا۔

بہت پیارا گھر تھا۔

نفیسہ آنٹی لان میں ہی موجود تھیں۔

"اسلام وعلیکم آنٹی۔۔۔"

عاصم مسکراتے ہوئے انکی طرف بڑھا۔

"وعلیکم سلام۔۔۔آج ادھر کا رخ کیسے کر لیا۔"

وہ طنزاً بولیں جو عاصم کو محسوس ہو گیا۔

"اشعر سے ملنے آیا تھا۔"

عاصم نے وجہ بتائی۔

"اسی اشعر سے جس کو تم نے دھکے دے کر گھر سے نکالا تھا۔"

زہر خند لہجے میں جتاتے ہوئے بولیں۔

"میں شرمندہ ہوں۔"

عاصم شرمندگی سے بولا۔

"ہمیں تمہارے شرمندہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔"

وہ تلخی سے تنک کر بولیں۔

"میں مل لوں اشعر سے۔۔۔۔"

عاصم جانا چاہ رہا تھا۔

"جاؤ۔۔۔۔۔"

نخوت سے بولتی وہ دوبارہ لان صاف کروانے لگیں۔

عاصم سر ہلاتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

اشعر کے کمرے کے سامنے رکا تو اندر سے قہقہوں کی آواز آئی۔

عاصم نے دروازہ ناک کیا۔

دوسری بار ناک کرنے پر اشعر نے دروازہ کھولا۔

"تم۔"

اشعر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"اسلام و علیکم۔"

عاصم نے سلام کیا۔

"یہاں کیوں آئے ہو۔"

اشعر کاٹ دار لہجے میں بولا۔

"بات کرنی ہے کچھ۔۔۔۔۔چل سکتے ہو میرے ساتھ۔"

عاصم اسکے برعکس ٹھنڈے مزاج سے بولا۔

"کیوں۔۔۔۔۔دھکے کھانے کے لیے۔"

اشعر سینے پر ہاتھ باندھے استہزایہ انداز میں بولا۔

"اسکے لیے معذرت کرتا ہوں۔"

عاصم نے کہا۔

"یہ کون ہے اشعر۔"

ایک دوست اشعر سے پوچھنے لگا۔

"پرانا دشمن۔۔۔۔۔"

اشعر طنزاً بولا۔

"جاؤ میرا ویٹ کرو۔۔۔۔۔میں ریڈی ہو کہ آتا ہوں۔"

اشعر نے اسکی شکل دیکھتے ہامی بھر لی۔

عاصم سر ہلاتا واپس پلٹا اور لاؤنج میں بیٹھ کر ویٹ کرنے لگا۔

اشعر کافی دیر بعد کمرے سے نکلا تو ساتھ اسکے تین چار دوست بھی تھے۔

"چلو۔۔۔۔"

رعب سے کہتا وہ باہر نکل گیا۔

وائٹ پلین شرٹ اور بلیک نیرو جینز کے ساتھ بلیک چمچماتے شوز، بلیک ٹائی لگائے کوٹ بازو پہ دھرے، بلیک گاگلز آنکھوں پہ لگائے سنجیدگی کی عمدہ مثال بنے وہ نکلا تو نفیسہ بیگم واری صدقے جانے لگی۔

سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر نکل گئے۔

عاصم اشعر کے ساتھ اسکے آفس آ گیا۔

وائٹ پینینٹ اور وائٹ فرنیشڈ آفس بہت خوبصورت تھا۔

اشعر ایک شان سے چلتا ہوا آفس میں داخل ہو گیا اور کوٹ سیٹ پہ ڈالے تمکنت سے کرسی پر براجمان ہو گیا۔

عاصم بھی اسکے پیچھے آفس میں آ گیا۔

"بولو۔۔۔۔"

اسکی طرف متوجہ ہوتا اشعر کرسی پر دائیں بائیں ہلنے لگا۔

"اس رات کیا ہوا تھا۔"

عاصم بنا تمہید باندھے بولا۔

اشعر کی حرکت رک گئی، وہ آنکھیں چھوٹی کرتا ٹیبل پر باور کھے آگے کو جھکا۔

"آٹھ سال بعد گڑے مردے اکھاڑنے کا فائدہ۔"

اشعر کا موڈ بدلنے لگا تھا۔

"تمہیں اس رات منہا کے کمرے میں کس نے بھیجا تھا۔"

عاصم بھی آگے ہو کر ٹیبل پر بازو رکھے سنجیدگی سے ہوچھنے لگا۔

"اگر نام بتا دیا تو تا عمر اعتبار نہیں کر سکو گے اس انسان پر۔"

اشعر سنجیدگی سے بولا۔

"وہ میرا مسئلہ ہے۔"

عاصم نے کہا۔

''منہا نے بلایا تھا۔''

اشعر کچھ سوچتے ہوئے بولا اور کرسی سے ٹیک لگائے پرسے جھولنے لگا۔

''جھوٹ۔''

عاصم نے ٹیبل پر ہاتھ مارا۔

اسکے تاثرات بدل چکے تھے۔

''اب اتنا یقین کیوں، کیسے ہو گیا منہا پر۔۔۔۔۔پہلے تو دھتکارا تھا اسے تم نے اور تمہاری ماں نے۔۔۔۔۔۔''

اشعر انتہائی غصے سے زہر خند لہجے میں بولا۔

''مجھ سے غلطی ہو گئی تھی اسے سمجھنے میں۔''

عاصم کا لہجہ دھیما ہوا۔

''اب سمجھ آیا تمہیں آٹھ سال بعد۔۔۔اب جب وہ موو آن کر چکی ہے۔''

اشعر استہزایہ ہنسا تھا۔

''وہ تم سے محبت کرتی تھی، بے لوث، بے انتہا۔۔۔۔۔۔۔۔یہاں تک کہ میری محبت کو ٹھکرا دیا۔۔۔صرف تمہارے لیے عاصم اور تم نے کیا کیا اس کے ساتھ۔۔۔۔۔''

اشعر ٹیبل پہ ہاتھ مارتے ہوئے بھڑک کے بولا۔

"آج پانچ سال بعد تم آئے ہو پوچھنے۔۔۔۔۔اگر تم اسکا ساتھ دے دیتے تو وہ اتنی تکلیف نا بھگتتی۔۔۔۔۔۔اتنی باتیں طعنے نا سنتی۔۔۔۔۔یہ ڈرامہ رچایا تھا تمہارے دل سے اسکی محبت نکالنے کو۔۔۔۔۔۔اور تم اتنی موٹی بات نہیں سمجھ سکے تھے۔"

وہ طیش کے عالم میں بولتا جا رہا تھا۔

"تمہاری بے یقینی نے انہیں در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا۔۔۔۔۔محبت کی بنیاد یقین سے ہوتی ہے عاصم۔"

آستینوں کے بٹن کھول کے فولڈ کر لی تھیں، ہاتھ کمر پر ٹکائے ادھر سے ادھر جا رہا تھا۔

"کس نے رچایا تھا وہ ڈرامہ۔"

عاصم اٹھ کے اسکے سامنے آ گیا۔

اشعر کی چوڑی چھاتی کسرتی جسم کے سامنے وہ چھوٹا لگ رہا تھا۔

"سہہ نہیں پاؤ گے تم۔"

اشعر نے نفی میں سر ہلایا۔

"کون ہے وہ۔۔۔۔۔؟؟"

عاصم سوالیہ انداز میں اسکی طرف متوجہ ہوا۔

اشعر چلتا ہوا کھڑکی کے پاس چلا گیا، روڈ پر نظریں ٹکائے وہ بولا اور بولتا چلا گیا۔

عاصم کرسی پر ڈھے سا گیا۔

"یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔۔۔میں نہیں مان سکتا۔۔۔۔۔ مما میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں۔۔۔۔"

بے یقینی سی بے یقینی تھی ہر سو۔

"یہی حقیقت ہے، آج جس دولت پر تم راج کر رہے ہو اس میں ان کا حصہ بھی ہے۔۔۔جو پیسے پیسے کو ترستے رہے ہیں۔"

اشعر تلخی سے بولا۔

"زرینہ پھوپھو سیدھی سادھی تھیں، تمہاری مما نے فائدہ اٹھایا۔ایک تیر سے دو شکار کیے۔"

اشعر مسلسل بم پھوڑ رہا تھا۔

"یہ پراپرٹی تو پاپا کی تھی، جسے چاچو نے سنبھالا تھا۔"

عاصم کو بے وجہ کا الزام لگا۔

"ہونہہ۔۔۔۔۔اس وقت مارکیٹ میں تمہارے پاپا کے دس فیصد شیرز تھے، پھوپھا جان نے محنت سے مارکیٹ میں چالیس فیصد شیرز خریدے تھے۔۔۔۔۔اصولاً تیس فیصد ان کے تھے اور دس فیصد تمہارے۔۔۔اگر وہ بروقت نہ سنبھالتے تو تم لوگ سڑک پہ آجاتے، بجائے انکا احسان ماننے کہ انکی اولاد کے سر سے چھت چھین لی۔"

اشعر تلخ لہجے میں کھری کھری سنا رہا تھا۔

"میں نے منہا سے بے تحاشا محبت کی ہے، تم اسے بھول جاؤ پلیز۔"

اشعر دھیمے لہجے میں بولا۔

عاصم نے یکدم سر اٹھایا۔

"بھولنا ہوتا تو یہاں کیوں آتا۔"

عاصم اکھڑ کر بولا۔

"منی کا خیال بھی دل سے نکال دو۔۔۔۔۔وہ میری تھی ہے اور رہے گی۔"

عاصم انگلی اٹھا کر بولا اور آفس سے نکل گیا۔

اشعر نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

"یہ تو وقت بتائے گا عاصم منہا کو تم جیتتے ہو یا میں۔۔۔۔۔۔!!!!"

خود کلامی کے انداز میں بولا۔

♡♡♡♡

لیپ ٹاپ گود میں رکھے ٹانگیں لمبی کیے وہ مصروف دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے گنز کا نام اور کوڈ اینٹر کیا اور ویٹ کرنے لگا۔

"Enter your Google console account".

ارمان نے گوگل کنزول اکاؤنٹ بنانے کے لیے انفارمیشن دی۔

You have to paid 25 pounds with in your account.

ارمان کو شدید تاؤ آیا،

پچیس پاؤنڈ پاکستانی پانچ ہزار بن رہا تھا۔

ارمان نے پیمنٹ کی اور گوگل پر رجسٹرڈ ہو گیا۔

گنز کی جو کمپنی اس کے سامنے آئی تھی، ارمان نے کمپنی سرچ کی تو کچھ خاص نہیں لگا اسکے ہاتھ۔

"سر میں نے گنز کی کمپنی سرچ کی ہے، گوگل پر عام سرچنگ میں ایک عام سی کمپنی ہے پر رجسٹرڈ ہو کر اس کمپنی کا نام "ملینز آف گنز۔" آتا ہے۔۔۔۔۔ گوگل پہ کچھ خاص ریکارڈ نہیں ملا۔۔۔ آپ اس کمپنی کی معلومات نکلوائیں تو۔۔۔۔ مجھے شک ہو رہا ہے اس پہ۔"

ارمان نے اپنا کام کرنل سر کے گوش گزارا۔

"اوکے گڈ۔۔۔۔ میں پتہ کرتا ہوں۔"

کرنل صاحب نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

ارمان نے گوگل پیج منی مائز کیا تو ڈیسک ٹاپ پر رشی کی مسکراتی تصویر آ گئی۔

ارمان اداسی سے مسکرا دیا۔

"مس یو سو مچ۔۔۔ مائی وائف۔۔۔ مائی لائف۔۔"

مسکرا کے بولا اور لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پہ رکھ دیا۔

دراز سے شادی کا البم نکالا۔

ایک ایک لمحہ قید تھا۔

کرنل سر سے پوچھنے کی اسکی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

رمضان شروع ہونے میں تین دن رہ گئے تھے، عشرت بیگم اور کوثر خاتون کا اصرار دن بدن بڑھتا جا رہا تھا کہ رشی کو بلاؤ۔

وہ ہر بار خاموش ہو جاتا۔

"بڈی مجھے اس لڑکی کو ٹریپ کرنے دو۔۔۔۔تڑپا تڑپا کے ماروں گا۔"

شیوی تڑپنے کا انداز بناتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔یہ میرا مسئلہ ہے۔"

وہ قطعیت سے بولا۔

اسے پچھتاوا ہو رہا تھا شیوی کو تصویر بھی نہیں دکھانی چاہیے تھی۔

"دوستی میں میرا تیرا نہیں ہوتا۔"

شیوی بولا۔

"وہ شاید مر مرا گئی ہے۔۔۔۔۔اسکے زندہ ہونے کا کوئی کلو نہیں ملا۔"

اس نے گویا جان چھڑائی۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔"

شیوی افسردہ ہو گیا۔

اس نے ایک گہری نظر شیوی پر ڈالی اور سر جھٹکا۔

"ایران میں خودکش دھماکوں کا کام ملا ہے۔"

وہ بے رحم لہجے میں بولا۔

"پیسہ ہی پیسہ ہو گا۔۔۔۔۔۔"

راکنگ چیر سے ٹیک لگاتے وہ جھولنے لگا۔

"گڈ۔۔۔۔۔۔چلو فارغ رہنے سے تو اچھا ہے۔"

شیوی خوش ہو گیا۔

"کل نکلتے ہیں پھر۔۔۔۔۔خود کش دھماکوں کے لیے بکرے بھی تو ڈھونڈھنے ہے۔"

وہ سگریٹ کا کش لگائے بولا، دھواں لفظوں کے ساتھ ہوا میں اڑتا جا رہا تھا۔

"ہاف ہاف کرو گے یا میرا وہی تیس فیصد۔"

شیوی منہ بسور کے بولا۔

"جتنا کام کرو گے۔"

وہ جھولتے ہوئے بولا۔

شیوی کے منہ کے زاویے بگڑ گیے پر یہاں پرواہ کسے تھی۔

♡♡♡

رشی کا نیکسٹ مشن گھنے رین فاریسٹ جنگل سے زندہ بچ نکلنا تھا، یہ اس کا آخر مشن تھا۔

ہیلی کاپٹر کے زریعے اسے اور نیلم کو درختوں کے اوپر گھنے جھنڈ میں اتار دیا گیا۔

رین فاریسٹ کے درخت اوپر سے ایک دوسرے میں پھنسے ہوتے ہیں۔

وہ وہیں بیٹھ گئیں ورد دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگیں۔

ایک جگہ شاخوں کا جال تھوڑا ہلکا تھا، رشی نے بیگ سے تیز دھار چاقو نکالا اور شاخیں کاٹ کے نیچے اترنے کی جگہ بنائی۔

شاخیں پکڑتے وہ نیچے اتریں اور ایک لکڑی کا ڈنڈا بنائے اسکی مدد سے چلنے لگی۔

جنگل میں بہت زیادہ کیچڑ اور زہریلے جانور تھے۔

آرمی آفیسر سے زیادہ مشکل تھا ایجینٹ بننا۔

جھاڑیاں اتنی گھنی تھی کہ انہیں چاقو سے کاٹ کے جگہ بنانی پڑ رہی تھی۔

وہ مغرب کی سمت بڑھ رہی تھی، سورج کے ساتھ ساتھ وہ تیزی سے چل رہی تھیں تاکہ دن ڈھلنے سے قبل گھنے جنگل سے نکل سکیں۔

سورج سوا نیزے پر تھا لیکن درختوں کی گھنی شاخیں سورج کی روشنی کو پوری طرح زمین پر پہنچنے نہیں دے رہیں تھیں۔

رشینے بیگ سے ایک میٹر نکالا اور بازو پہ باندھ لیا۔

اس سے وہ درست سمت کا تعین کر سکتیں تھیں۔

جھاڑیوں میں اسے سانپ نظر آیا، دل اچھل کے حلق میں آگیا تھا۔

اسے سانپوں سے بچنا تھا، وہ دکھنے میں ہی زہریلا اور خطرناک تھا۔

اسکے کپڑے گھٹنوں تک کیچڑ سے بھر چکے تھے۔

کانپتے ہاتھوں سے چاقو سیدھا کیا اور ڈنڈا ہلایا۔

سانپ اس پہ جھپٹا اس سے قبل کے وہ اس پہ وار کرتی کیچڑ میں پیر پھسلا اور وہ گر گئی۔

اس نے بچاؤ کے لیے ہاتھ مارا اور چاقو سانپ کو دو حصوں میں تقسیم کر گیا۔

سانپ ک زہریلی گردن پھڑکنے لگی تھی۔

رشی نے ڈنڈے کی مدد سے اسکا سر کیچڑ میں دبا دیا۔

"یہ سانپ مجھے ڈس لیتا تو۔۔۔۔۔۔۔؟"

وہ روتے ہوئے چلنے لگی تھی۔

"شکر ہے بچ گئیں۔"

نیلم کی آنکھوں میں خوف ہلکورے لے رہا تھا

گھنے، خطرناک جنگل میں وہ تن تنہا لڑکیاں۔۔۔۔۔ان کا خوف اس بات سے ہی بڑھ گیا تھا۔

وہ روتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی جب اسکے بازو پہ کسی کیڑے نے کاٹ لیا۔

رشی کی چیخ ہی نکل گئی تھی۔

آستین اوپر کی تو ایک انچ لمبا کالے رنگ کا کیڑا اسکے بازو پر چپکا ہوا تھا رشی نے مسل کے اتارا اور باود بانے لگی۔

درد کی شدت سے رونے میں بھی شدت آگئی تھی۔

"اوہ یار۔۔۔۔۔۔اگر یہ زہریلا ہوا تو۔"نیلم کے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔رشی ہی اس گھنے خوفناک جنگل میں اسکا سہارا تھی۔

"اللہ جانے۔۔۔۔"

رشی تکلیف سے بولی۔

جھک کے ڈنڈا اٹھایا اور دوبارہ چلنے لگیں اگر وہ رکتی تو کسی زہریلی چیز کا نشانہ بن جاتیں۔

جنگل میں جگہ جگہ کالے بچھو رینگتے پھر رہے تھے۔

جنگل تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

انہیں چلتے ہوئے مسلسل پانچ گھنٹے ہو چکے تھے۔

پانی کی ایک بوتل ختم ہو چکی تھی۔

ظہر کا وقت قریب تھا اور اسے رات گزارنے کے لیے محفوظ ٹھکانا ڈھونڈھنا تھا۔

جھاڑیوں میں سے گزرتے اسے ایک درخت کے تنے سے لپٹی امر بیل دکھائی دی۔

رشی نے امر بیل کاٹی اور کچھ پتہ اپنے گرد لپیٹے، کچھ نیلم کو دیے اور کچھ بیگ میں ڈال لیے۔

انہیں کچھ حوصلہ ہوا تھا وہ سانپوں سے محفوظ تھیں۔

"اگر امر بیل کسی جانور کی پسندیدہ بیل ہوئی تو۔۔۔۔؟"

انجانا خوف دل میں بھرنے لگا تھا۔

وہ مغرب سے جنوب کی سمت جانے لگیں تھیں۔

رشی نے سمت بدلی اور مغرب کا ہی رخ کیا۔

"مجھے کسی درخت پر چڑھ کر جنگل کا جائزہ لے لینا چاہیے۔"

وہ ایک درخت پر چڑھنے لگی۔

درخت بہت اونچا تھا، وہ درمیان میں ہی تھک گئی تھی، ہمت باندھتے دوبارہ چڑھنے لگی، ایک گھنٹے کی کڑی محنت سے وہ انتہائی اونچے درخت پر چڑھ گئی۔

ابھی سانس بھی نا نکلا تھا کہ سانپ دکھائی دیا اور اسکے ہاتھ چھوٹ گئے۔

اتنی اونچائی سے گرتی جان سے جاتی، جنگل اسکی دلدوز چیخوں سے گونج گیا۔

سانپ سرعت سے دوسرے درخت پر چلا گیا۔

رشی چیختی چلاتی، گرتی پڑتی شاخوں میں اٹک گئی۔

اسکا بازو بری طرح چھل گیا تھا۔

"کیا ہوا رشی۔"

نیلم چلائی۔

"کچھ نہیں ہاتھ پھسل گیا۔"

رشی وہیں سے چلائی۔

"میں کیسے بھول گئی۔۔۔۔سانپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

وہ پیشانی پر ہاتھ مارتی پچھتاوے سے بولی۔

وہ پھر سے چڑھنے لگی تھی۔

ہاتھوں پہ شدید رگڑیں آ گئیں تھیں۔

درخت کی چوٹی تک پہنچے اس نے راستے میں آنے والی ساری شاخیں کاٹ دیں اور اوپر نیلگوں آسمان دکھائی دینے لگا۔

جنگل کا دور دور ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

البتہ مشرق کی سمت دور دور پہاڑ دکھائی دے رہے تھے۔

مغرب کی سمت گھنا جنگل باقی تھا۔

"مشرق کی سمت پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔۔۔۔جبکہ مغرب میں جنگل ہے بہت دور تک۔"

رشی تھکن زدہ لہجے میں بولی۔

"مشرق کی سمت ہی چلتے ہیں۔"

نیلم نے مشورہ دیا۔

وہ سمت کا تعین کرتی واپس مشرق کی سمت ہو گئیں۔

دل ڈولنے لگا تھا واپس اتنا سفر کرنا تھا اور راستے میں زہریلے کیڑے مکوڑے بھی تھے۔

بھوک کا احساس ہوا تو پیکٹ سے دو بسکٹ لیے اور کھا لیے بھوک ابھی باقی تھی پر اسے جانے کتنے دن لگتے جنگل سے نکلنے کو۔۔۔۔وہ گراس ہوپر زاور بچھو نہیں کھا سکتیں تھیں۔

سورج ڈھلنے لگا تھا۔

انہوں نے رات گزارنے کی جگہ ڈھونڈھی جہاں درخت فاصلے پر ایستادہ تھے اور جھاڑیاں بھی کافی کم تھی۔

"یہ جگہ ٹھیک رہے گی ہے نا۔"

رشی نے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں لگ تو رہی ہے۔"

نیلم نے گھوم کر ارد گرد دیکھا۔

"کتنے بچھو ہیں رشی۔۔۔۔۔"

نیلم کی نظر دندناتے بچھوؤں پر پڑ گئی۔

"ہم جن درختوں کے ساتھ سونے کی جگہ بنائیں گی ان کے گرد ہلکی ہلکی آگ لگا دیتے ہیں۔"

نیلم نے مشورہ دیا۔

"جاؤ پھر سوکھی لکڑیاں لے کر آؤ۔۔۔۔جنہیں نا آگ لگے نا جلد بجھ سکیں۔"

رشی نے حکم صادر کیا۔

دو درختوں کے ساتھ رسیاں باندھ کے سونے کے لیے بستر بنایا اور ان رسیوں کے ساتھ امر بیل باندھ دی۔

کچھ بیل اپنے اوپر رکھی اور ہاتھ دھو کے بیگ سے کھانے کے لیے بسکٹ نکالے۔

ان کے پاس دو بوتلیں پانی اور سات پیکٹ بسکٹ تھے۔

بیگ سیدھا رکھ کر اس پہ سٹینڈر رکھا اور ٹکی رکھ کے جلا دی۔

اسپر سٹیل کا چھوٹا سا برتن رکھا اور ڈرائے ملک ڈالا تھوڑا پانی ڈالا چینی پتی ڈال کے چائے بنائی۔

"اوہ نو۔۔۔۔۔خوشبو سے کوئی جانور نا آجائے۔"

وہ شدید پریشان ہوئی۔

برتن اوپر سے کور کر دیا۔

چائے بنی تو سامان سمیٹ کر بیگ میں ڈالا اور چائے کے ساتھ ایک پیکٹ بسکٹ کھایا اور چائے پینے لگیں۔

اندھیرا بڑھنے لگا تھا اور خوف بھی۔

"مجھے بہت خوف آرہا ہے۔"

نیلم بولی۔

رشی نے اپنے اور نیلم کے ہاتھوں پر آینٹمینٹ لگائی۔

جہاں جہاں زخم ہوئے تھے۔

بازو پر جہاں زہریلے کیڑے نے کاٹا تھا، جگہ دائرے میں نیلی پڑ گئی تھی۔

بیگ سینے سے لگائے وہ لیٹ گئیں۔

ان کا ٹکراؤ ابھی تک کسی بڑے جانور سے نہیں ہوا تھا۔

"ہمیں ڈرنے کی بجائے بہادری سے جنگل عبور کرنا چاہیے۔"

وہ سوچنے لگی تھی۔

سوچتے سوچتے نیند نے آلیا اور وہ خوف کے زیر اثر ہی سو گئیں

♡♡♡

"ارمان بیٹا رشی کب آئے گی۔"

عشرت بیگم پوچھنے لگیں۔

ارمان کو ان پہ جی بھر کے ترس آیا، وہ کیسے بتاتا وہ بھی ان ہی کی طرح رشی کے لیے تڑپ رہا ہے۔انہیں جدا ہوئے دو ماہ ہو چکے تھے۔

"میں بات کرتا ہوں کرنل سر سے۔"

ارمان نے انہیں تسلی دی۔

تھوڑی بہت باتوں کے بعد وہ چلی گئیں تو ارمان نے کرنل سر کا نمبر ڈائل کیا۔

"اسلام و علیکم سر۔"

ارمان نے کہا۔

"وعلیکم سلام۔۔۔کیسے ہو میجر۔"

کرنل صاحب مصروف انداز میں بولے۔

"ٹھیک ہوں سر۔۔۔۔آپ سنائیں۔۔۔کام کہاں تک پہنچا اور میجر کیٹ کو ہوش آیا۔"

ارمان کئی سوال کر گیا۔

"میں ٹھیک ہوں اور مچن کا کام ابھی چل رہا ہے، تم نے بہت کام کی معلومات دی ہے میجر۔۔۔۔ملینز آف گنز اسرائیلی کمپنی ہے، پاکستان میں دہشتگردی اسرائیل پھیلا رہا ہے۔۔۔۔"

کرنل صاحب بولے۔

پر سر جو آدمی رونالڈو سے ملنے آیا تھا وہ انڈین تھا۔"

ارمان نے الجھ کر کہا۔

"موساد اور را مل کر یہ کام کر رہے ہونگے۔"

کرنل صاحب نے کہا۔

"جی سر۔۔۔۔"

ارمان نے کہا۔

"سر رشیکا کیسی ہے۔"

ارمان نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

"وہ رین فارسٹ میں ہے۔"

کرنل سرنرم انداز میں بولے۔

"اوکے سر۔"

ارمان کہااور رابطہ منقطع کر دیا۔

اسکا دل سکڑ کے رہ گیا تھا۔

وہ اچھی طرح سمجھ سکتا تھا وہ کیسی ہو گی۔

اسے رین فاریسٹ میں اپنے وہ تکلیف دہ دن یاد آ گیے۔

"اللہ میری رشی کو خیریت سے لوٹانا۔۔۔۔"

آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔

ارمان نے میجر حارب کا نمبر لیااور کال کی۔

"کیسے ہیں سر۔"

میجر حارب عزت واحترام سے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔"

ارمان نے لہجے کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔

"حکم کیجیے سر۔۔۔۔کیسے یاد کیا۔"۔

میجر حارب نے کہا۔

"لیفٹیننٹ رشیکا کیسی ہیں۔"

ارمان نے خود کو مضبوط کیا۔

"سر وہ ٹھیک ہو نگی۔"

میجر حارب اس کے لہجے میں چھپا اضطراب محسوس کر چکا تھا۔

"آپ جانتے ہے نا میجر رین فاریسٹ کتنے خطرناک ہوتے ہیں۔"

میجر ارمان خود کو روک نا پایا۔

"سر وہ ایک سپیشل ایجینٹ ہیں۔۔۔۔۔وہ کامیاب ہی لوٹیں گی۔"

میجر حارب کے لہجے میں یقین تھا۔

"اتنے خوفناک جنگل سے جہاں قدم قدم پہ سانپ ہیں۔"

ارمان دل مطمئن نہیں تھا۔

"سر وہ آپکی وائف ہیں۔۔۔۔ان کے انداز بھی آپ سے ملتے ہیں۔۔۔ان شااللہ وہ کامیاب لوٹیں گی۔۔۔۔۔میں ان کی لوکیشن ٹریس کر رہا ہوں۔"

میجر حارب نے کہا۔

"وہ وہاں سے کب نکلیں گی۔"

ارمان نے پوچھا۔

"انہوں نے مشرق کا چناؤ کیا ہے۔۔۔۔۔تین سے چار دن لگ سکتے ہیں جنگل سے نکلنے میں۔۔۔۔۔۔۔وہ جیسے ہی نکلیں گی میں انہیں کور کر لوں گا۔"

میجر حارب کے لہجے سے انہیں تسلی ہوئی۔

"اوکے۔"

ارمان نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور موبائل رکھ دیا۔

"رشی یو کین ڈو دس۔"

دل کو تسلی دی تھی۔

♡♡♡♡

"اسلام وعلیکم سر۔"

ڈاکٹر زاکر نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"وعلیکم اسلام۔"

کرنل سر نے ان کا بڑھا ہاتھ تھام لیا۔

"بیٹھیے سر۔"

ڈاکٹر زاکر نے کہا اور خود نشست سنبھالی۔

"ٹیبل کے گرد ہاسپٹل کے مایہ ناز ڈاکٹرز تشریف رکھے ہوئے تھے۔

"کیا سیچویشن ہے میجر کی۔۔۔۔۔؟"

کرنل سر سنجیدگی سے بولے۔

"میجر کچھ یاد نہیں کر پا رہیں۔۔۔۔۔ ہمیں ان کا سٹی سکین کرنا ہو گا۔"

ڈاکٹر زاکر نے کہا۔

"ہاؤ اٹ پاسبل ڈاکٹر زاکر۔"

کرنل صاحب پریشان ہوئے۔

"سر یہ سکیننگ کے بعد کنفرم ہو گا۔"

ڈاکٹر معیز نے کہا تو کرنل صاحب نے اثبات میں سر ہلایا اور تھوڑی دیر بعد چلے گیے۔

ڈاکٹرز میجر کے روم کی طرف بڑھے اور ان کا چیک اپ کرنے کے بعد سٹی سکین کیا۔

"ڈاکٹرز اکر۔۔۔ہر رپورٹ نارمل ہے۔"

ڈاکٹر فرح پریشانی سے گویا ہوئیں۔

"آئی تھنک ہمیں پرائیویٹ نیورو سرجن ڈاکٹر حسن سے ہیلپ لینی چاہیے۔"

ڈاکٹر معیز نے مشورہ دیا۔

"بلوالیں انہیں پھر۔"

ڈاکٹر فرح نے کہا تو ڈاکٹرز اکر نے بھی اجازت دے دی۔

ڈاکٹر معیز نے حسن کا نمبر ڈائل کیا اور انہیں معاملہ بتایا۔

"سر وہ دو گھنٹے تک ہمیں ٹائم دینے کے لیے تیار ہیں۔"

ڈاکٹر معیز نے اطلاع دی۔

"ڈاکٹرز اکر دوبارہ ساری رپورٹس سٹڈی کرنے میں میں مصروف ہو گئے۔

●●●

ماہ رمضان شروع ہونے والا تھا۔

منہا نے چھٹی لی اور گھر آ گئی۔

وقت پہلے کی طرح گزر رہا تھا پر اب اسکی زندگی کا محور آرمی بن کے رہ گئی تھی۔

وہ شام کی چائے بنا رہی تھی جب دروازے پر بیل بجی۔

عمیر نے دروازہ کھولا تو عاصم کو دیکھ حیران ہوا۔

"کیا اندر آنے دیا جائے گا۔"

عاصم مسکراتے ہوئے بولا۔

عمیر ایک سائیڈ پر ہٹ گیا۔

"شکریہ۔"

عاصم اندر داخل ہو گیا۔

"اسلام و علیکم چچی۔"

عاصم صحن میں تخت پر بیٹھی زرینہ کے پاس بیٹھ گیا۔

منہا چائے لائی تو عاصم کو دیکھ اسے دھچکا لگا۔

"چائے ان کے سامنے تخت پر رکھی اور خاموشی سے کمرے میں چلی گئی۔

"حائقہ بھابھی ندا اور ہدا کیسی ہیں۔"

زرینہ خوشگوار لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہیں سب۔۔۔۔"

عاصم ان کے خلوص پر شرمندہ ہوا۔

"میں آپ سے کچھ بات کرنے آیا تھا چچی۔"

عاصم نے تمہید باندھی۔

"بولو بیٹا۔۔۔۔"

چائے پیتے انہوں نے اجازت دی۔

عمیر خاموش سماعتی بن کر بیٹھا رہا۔

"چاچو کے کمپنی میں کتنے شیرز تھے۔"

عاصم نے پوچھا۔

"دونوں بھائیوں کے پچاس فیصد تھے۔"

وہ دھیرے سے بولیں۔

"آپ نے یہ بات تب کیوں نہیں کہی۔"

عاصم نے شکوہ کیا۔

"کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"

وہ ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے بولیں۔

"میں ماموں سے بات کر کے آپ کے شیرز اور آج تک کا پرافٹ آپ کو دلوا دوں گا۔"

عاصم نے ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"اس احسان عظیم کی وجہ۔۔۔؟"

منہا درشتی سے بولی۔

"احسان نہیں ہے، آپ لوگوں کا حق ہے۔"

عاصم ٹھہرے لہجے میں بولا۔

"حق۔۔۔۔۔۔۔اب یاد آیا۔۔۔۔پانچ سال گزرنے کے بعد۔۔۔۔"

منہا استہزایہ لہجے میں بولی۔

"مجھے علم نہیں تھا اس بات کا۔"

عاصم نے صفائی دی۔

"اور جو باتیں تمہارے علم میں تھیں،ان پر کونسے منصف ٹھہرے عاصم۔"

منہا چبا چبا کر بولی۔

"میں ان سے بھی بے خبر تھا۔"

عاصم ندامت سے بولا۔

"واہ۔۔۔۔۔۔بے خبر۔"

منہا طنزاً ہنسی۔

"میرا یقین کرو۔۔۔مجھے غلط دکھایا گیا تھا۔۔۔غلط بتایا گیا تھا۔"

عاصم پرزور لہجے میں بولا۔

"تم نے میرا یقین کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔؟؟"

منہا سوالیہ انداز میں بولی۔

"تمہاری اپنی سوچ اپنی عقل کام نہیں کرتی تھی جو جس نے تمہیں دکھایا تم نے دیکھ بھی لیا اور یقین بھی کر لیا۔"

منہا بھڑک کر بولی۔

"بس کرو منہا۔۔۔۔گھر آئے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے۔"

زرینہ بیگم نے ٹوکا۔

"آپکی اسی سادگی کا نتیجہ ہے یہ امی۔۔۔"

منہا تلخی سے بولی اور کمرے میں چلی گئی۔

"یہ ایسی تو نہیں تھی چچی۔"

عاصم کو دلی دکھ ہوا۔

"آپ نے ہی بنایا ہے عاصم بھائی۔"

عمیر نے پہلی بار لب کھولے۔

"عمیر تم بھی۔۔۔۔۔"

عاصم نے دکھ سے دیکھا۔

"پانچ سال سے روتے دیکھا ہے میں نے آپی کو۔۔۔۔۔آپکی وجہ سے۔"

عمیر نارمل لہجے میں بولا۔

"ہمیں اب ان شیرز کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔میں اپنا بزنس سیٹ کر سکتا ہوں۔"

عمیر نے سادہ لہجے میں انکار کر دیا۔

"تم بھی ناراض ہو مجھ سے۔؟"

عاصم نے پوچھا۔

''ناراض اپنوں سے ہوا جاتا ہے۔۔۔۔۔آپ لوگوں نے تو ہمیں دھکے دے کر گھر سے نکالا تھا۔۔۔۔دھتکارنے والے اپنے ہوتے ہیں کیا۔۔۔۔؟؟''

عمیر سادگی سے بولتا الٹا سوال کر گیا۔

''میں اسکے لیے معافی چاہتا ہوں۔''

عاصم نے کہا تو عمیر ہنس دیا۔

''ہمیں شرمندہ مت کریں۔۔۔۔۔ہم گھر آئے مہمانوں کی بہت عزت کرتے ہیں۔''

عمیر چائے کا کپ ڈش میں رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اب میری آپی کو ہرٹ کیا تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

عمیر نرمی سے کہتا منہا کے کمرے میں چلا گیا۔

''یہاں کمرے میں کیوں بیٹھی ہیں۔''

عمیر منہا کے پاس جا بیٹھا۔

''ایسے ہی۔''

منہا بے دلی سے بولی۔

''چلیں باہر چلتے ہیں۔''

عمیر نے آفر دی۔

منہا کو اپنے کیرنگ اور کم گو بھائی پر بے حد پیار آیا، عمیر کبھی غصے میں نہیں آتا تھا، وہ ہر تلخ بات بھی مسکراتے ہوئے سن لیتا اور جواب بھی انتہائی شائستگی سے دیتا۔

وہ بی بی اے پارٹ ون میں تھا۔

بلیو پلین شرٹ اور براؤن نیرو جینز پہنے وہ بہت خوبرو لگ رہا تھا۔

"چھوڑو امی گھر میں اکیلی ہیں۔"

وہ بال باندھتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یوروش۔۔۔۔"

وہ مسکرایا۔

وہ دونوں باہر آئے تو عاصم جا چکا تھا۔

♡♡♡

امت النسا آرمی میں ریجیکٹ ہو گئی اسکی عمر محض سولہ سال تھی۔

امت النسا نے لانگ کورس سلیکٹ کیا اور آرمی میں سیکنڈ لیفٹیننٹ بن گئی۔

اسکی کارکردگی اتنی بہترین تھی کہ لانگ کورس چھ میں مکمل کئے وہ بطور لیفٹیننٹ آرمی کا حصہ بن گئی۔

ماں کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

اس دوران اریش گھر واپس آ گیا۔

کچھ دن تک تو وہ نارمل رہا پھر اچانک اسکی حرکتیں ماں کو مشکوک لگنے لگیں۔

اک دن وہ اسکی غیر موجودگی میں کمرے میں گئیں تو انہیں حیرتکا شدید جھٹکا لگا اور وہ وہیں گر گئیں۔

اریش رات گھر آیا تو ماں کو دیکھ حیران ہوا۔

"مما۔" اریش ان پر جھکا۔

جب کندھا پکڑ کر ہلایا تو وہ لڑھک گئیں۔

اریش بدحواس ہو گیا ماں کو لیے ہاسپٹل بھاگا۔

"انکی تو ڈیتھ ہوئے پانچ گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

ڈاکٹر کے الفاظ ہتھوڑے بن کے برسے تھے۔

اس کے پاس امت النسا کا نمبر بھی نہیں تھا۔

گھر پہنچ کے ڈائری سے امت النسا کا نمبر لے کر ڈائل کیا۔

"اسلام و علیکم۔"

امت النسا کی کرخت آواز گونجی۔

"نسا مما کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

اریش نارمل لہجے میں بولا۔

"واٹ۔۔۔۔۔"

امت النسا چلائی۔

"کیسے۔۔۔۔ تم نے کچھ کیا ہو گا۔۔۔۔ اریش میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

امت النسا حلق کے بل چلائی۔

"بکواس بند کرو۔۔۔۔ جب میں گھر آیا تو وہ بے ہوش پڑیں تھیں۔"

اریش دانت پیس کے بولا اور کھٹاک سے فون بند کر دیا۔

گھر سے اپنا سامان غائب کیا اور کفن دفن کا انتظام کرنے لگا۔

"مما۔" امت النسا روتے ہوئے ماں کے وجود سے لپٹ گئی۔

"نسا حوصلہ رکھو۔"

اریش نرمی سے بولا۔

"دفع ہو جاؤ تم یہاں سے۔"

امت النسا اس پہ جھپٹ پڑی۔

دونوں گتھم گتھا ہو چکے تھے۔

محلے دار حیران تھے گھر میں ماں کی میت پڑی تھی اور وہ لڑ رہے تھے۔

امت النسا ایک ٹرینڈ آرمی وومین تھی اسکے پنچز نے اریش کا برا حال کر دیا تھا۔

"کچھ عورتوں نے دونوں کو الگ کیا اریش کو باہر بھیجا اور امت النسا کو موقع کی نزاکت سمجھائی۔

"دیکھ لوں گا تمہیں۔"

اریش غراتا ہوا باہر لپکا۔

جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو امت النسا کا چیخ چیخ کے برا حال ہو گیا تھا۔

شام تک سب اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے اور وہ اکیلی بیٹھی رہ گئی۔

اسکے پپوٹے سوج چکے تھے۔

اریش گھر آیا تو وہ دیوار سے ٹیک لگائے رو رہی تھی۔

"تم نے کیا کیا ہے مما کے ساتھ۔"

امت النسا چلائی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا سمجھی تم۔۔۔جب میں گھر آیا تو وہ بے ہوش پڑیں تھیں۔۔۔۔۔وہ میری بھی ماں تھیں۔"

اریش اکے برعکس نرمی سے بولا۔

"مما۔۔۔۔۔"

وہ دوبارہ سر گھٹنوں میں دیے رونے لگی۔

"میں یہ گھر بیچنا چاہتا ہوں۔"

اریش بنا تمہید باندھے بولا۔

"تمہیں شرم آنی چاہیے اریش۔۔۔۔۔مما کو اس دنیا سے گئے ابھی چند ہی گھنٹے ہوئے ہیں۔"

امت النساد باد با چلائی۔

"مجھے لیکچرز نہیں گھر کے پیپرز چاہیے۔"

اریش اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"یہ گھر میرے نام ہے،اسے میں کبھی نہیں بیچوں گی۔"

امت النسا نے کہا۔

"واٹ۔۔۔۔۔مما ایسے کیسے کر سکتی ہیں۔۔۔۔۔میں انکا اکلوتا وارث تھا۔"

اریش کو جھٹکا لگا۔

"وارث ہوتے تو انکی موت کی وجہ نا بنتے۔"

امت تلخی سے بولی۔

بھورے بال بکھرے پڑے تھے، بھوری آنکھیں سوج گئی تھیں۔

"شٹ اپ۔"

وہ غراتے ہوئے اسکی طرف لپکا اور اگلے پل دونوں پھر سے جھپٹ پڑے۔

اریش نے امت النسا کے بال پکڑے ہوئے تھے۔

امت النسا درد کی پرواہ کیے بنا اسکے پیٹ پر مکے برسا رہی تھی۔

اریش نے اسے اور نیچے جھکا دیا۔

امت النسا نے زور سے ٹکر ماری دونوں نیچے گر گیے۔

امت النسا نے اسکی رگیں پکڑ لیں۔

اریش نے بال چھوڑے تو امتا لنسا نے رگیں چھوڑ دیں۔

دونوں کا سانس بری طرح پھول چکا تھا۔

"تم بھائی کے نام پہ دھبہ ہو اریش۔۔۔۔۔ مما کے جانے کے بعد تمہیں میرا سہارا بننا چاہیے تھا۔"

امت النسا حلق کے بل چلائی۔

"ہونہہ۔"

اریش نے سر جھٹکا۔

"پر میں امت النسا ہوں۔۔۔۔یہ گھر نہیں بیچوں گی۔"

امت النسا نے فیصلہ سنایا اور کمرے میں چلی گ ئی۔

ooo

"سر وہ لڑکی رشیکا التنسا لاہور کی رہنے والی ہے۔"

اس آدمی نے اسے معلومات دیں۔

"اور۔۔۔۔۔"

اس نے مزید پوچھا۔

"اس نے دو ماہ پہلے آرمی جوائن کی ہے۔۔۔۔۔اسکا باپ کیپٹن تھا۔۔۔۔اسکی شادی میجر ارمان سے ہوئی ہے۔"

آدمی نے مزید انفارمیشن دی۔

"اوہ۔۔۔۔وہ میرڈ ہے۔"

اس نے ہنکارا بھرا۔

"دونوں پر نظر رکھو۔"

اس نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

"سر وہ نکلیں تو نظر رکھوں۔"

آدمی تھکے لہجے میں بولا۔

"پھر بھی آنکھیں کھلی رکھو۔۔۔۔"

حکم صادر کیا اور کھٹاک سے فون بند کر دیا۔

OOO

''زیب۔۔۔۔۔مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔''

کیپٹن شاہنواز نے تمہید باندھی۔

''بولیے شاہ۔۔۔۔میں سن رہیں ہوں۔''

زیب فون کی طرف متوجہ ہوئی۔

''میں آرمی چھوڑ رہا ہوں۔۔۔۔بابا کیلئے ہوتے ہیں۔''

شاہنواز نے بتایا۔

''اوہ۔۔۔۔۔''

زیب افسردہ ہوئی۔

''میں۔۔۔۔میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں زیب۔''

شاہنواز نے ہمت کر کے بول ہی دیا۔

''شاہ۔۔۔۔میں مما سے پوچھ کے بتاؤں گی۔''

زیب نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔۔میں انتظار کروں گا۔''

شاہنواز نے کہا اور فون بند کر دیا۔

زیب نے ہادیہ کا نمبر ڈائل کیا۔

New Era Magazine

"السلام وعلیکم مما۔"

زیب خوشگوار لہجے میں بولی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔۔کیسی ہو لیفٹیننٹ زیب۔"

ہادیہ خوشگواریت سے بولیں۔

"میں فٹ ہوں مما۔"

زیب نے کہا۔

"مما آپ کو ایک پک واٹس ایپ کی ہے۔۔۔۔۔دیکھ کہ بتائیں کیسا ہے۔"

زیب مدعے پر آئی۔

"کون ہے۔۔۔۔۔"

ہادیہ نے پوچھا۔

"مما۔۔۔کیپٹن شاہنواز احمد۔۔۔۔۔۔مجھے پرپوز کیا ہے۔۔۔۔میں نے کہا مما سے پوچھ کہ بتاؤں گی۔"

زیب نے کہا تو ہادیہ نے فون بند کر کے تصویر دیکھی اور دوبارہ اسے کال کی۔

"جی مما۔۔۔۔کیسا لگا۔"

زیب نے پوچھا۔

"تمہیں پسند ہے۔۔۔؟؟"

سنجیدگی سے سوال کیا۔

''جی مما۔۔۔مجھے پسند ہیں تو آپ تک لائی ہوں ورنہ موڑ دیتی۔۔۔۔''

زیب نے صاف گوئی سے کہا۔

''اسے کہو رشتہ بھیجے۔''

ہادیہ نے کہا۔

''اوکے مما۔۔۔''

زیب نے کہا اور کچھ مزید باتوں کے بعد رابطہ منقطع کر دیا۔

''شاہ۔۔۔۔۔مما نے گرین سگنل دے دیا ہے۔''

زیب نے شاہنواز کو میسیج کیا۔

''وہ کہہ رہیں ہیں رشتہ بھیجیں۔۔''

زیب نے دوسرا میسیج کر کے موبائل رکھا ہی تھا کہ میسیج ٹیون بج گئی۔

''میں بابا سے بات کر کے بتادوں گا۔''

شاہنواز نے کہا

''اوکے۔''

قد آور درختوں کے جھنڈ سے چھن کر آتی روشنی انکے چہروں پر پڑی تو رشی کی آنکھ کھل گئی۔

وہ اٹھ بیٹھی۔

''نیلم۔۔۔۔۔''

رشی نے اسے جگانا چاہا پر بخار میں جھلستا اسکا وجود رشی کو سخت پریشانی نے آگھیرا۔

"نیلی۔۔۔۔۔"

رشی کندھے سے پکڑ کر ہلکا سا ہلایا۔

"ہوں۔۔۔۔۔"

نیلم ناچاہتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"مجھ سے نہیں چلا جائے گا رشی۔۔۔۔۔تم چلی جاؤ پلیز۔"

نیلم رونے لگی تھی۔

"ایک کان کے نیچے رکھی تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔"

رشی تپ گئی۔

"چائے بنا دیتی ہوں ساتھ پیناڈول لے لو۔۔۔۔ان شااللہ ٹھیک ہو جاؤ گی۔۔۔۔ تھوڑی ریسٹ کر لینا گولی لے کر۔"

رشی نے چائے بنائی اور نیلم کو گولی دے کر سلا دیا۔

رشی ارد گرد کا جائزہ لینے کے لے اتری۔

تھوڑا آگے بڑھی تو پانی کی آواز آئی۔

وہ اس سمت میں چلنے لگی۔

جنگل کے بیچوں بیچ پانی کی ندی بہہ رہی تھی جو کہ کافی کھلی تھی، جنگل کے اس پار جانے کے لیے ندی عبور کرنا تھی۔

رشی الٹے قدموں واپس آ گئی۔

نیلم سو رہی تھی۔

رشی نے پیشانی چھو کر بخار چیک کیا، نیلم ابھی بھی تپ رہی تھی۔

اچانک اسے اپنے کندھے کے اوپر کچھ گرتا محسوس ہوا۔

اس نے جھپٹ کے گرایا تو وہ چھوٹا سا جانور اس کے ہاتھ سے چپک گیا۔

اچانک سے ایسے بہت سے جانور ان کے اوپر گرے۔

وہ چھوٹا سا بندر جیسا دکھنے والا جانور اسکی انگلی سے لپٹ گیا۔

رشی کو پہلے تو خوف محسوس ہوا، جب وہ جانور بغیر کوئی تکلیف دیے اسکی انگلی چھوڑتا نیچے کی طرف لپک گیا۔

رشی نے بیگ کے اوپر سے چار پانچ چھوٹے بندر ہٹا دیے جو اچھلتے کودتے چلے گئے۔

کوئی کالا تو کوئی بھورا تھا۔

گھنے خوفناک جنگل میں وہ پہلی بار مسکرائی تھی۔

ooo

سپیشلسٹ نیرو سرجن ڈاکٹر حسن میجر کیٹ کا چیک اپ کرنے میں مصروف تھے، اسکے بعد سٹی سکین ہوا۔

"ڈاکٹر حسن پرابلم کی سمجھ آئی۔"

ڈاکٹر معیز نے کہا۔

''میجر کی ساری رپورٹ نارمل ہیں۔''

ڈاکٹر حسن نے فائل بند کی۔

''تو پھر یاد نا آنے کی وجہ۔۔۔۔۔؟''

ڈاکٹر زاکر تشویش سے بولے۔

''آپ نے کہا انہیں تین ہفتوں بعد ہوش آیا ہے ڈاکٹر۔۔۔۔تو بعض دفعہ ایسے کیسز میں پیشنٹ کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، کافی عرصہ دماغ جب جسم کے باقی حصوں سے کٹ جاتا ہے تو عموماً سُن ہو جاتا ہے، میجر کیٹ کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے، تین ہفتوں تک جب ان کا دماغ فارغ رہا اور باڈی سے کٹ آف ہو گیا تو اپنی روٹین سے ہٹ گیا اس وجہ سے اب ان کا دماغ سُن ہو گیا ہے۔''

ڈاکٹر حسن تفصیل سے بولے۔

''تو وہ ٹھیک کب تک ہو جائیں گی۔۔۔۔آئی مین نارمل۔''

ڈاکٹر فرح نے کہا۔

''انہیں ہر چیز پر غور کرنے دیا جائے۔۔۔۔سوچنے دیا جائے۔۔۔۔دماغ جب جسم سے واپس جڑے گا۔۔اپنی روٹین میں آئے گا تو خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔۔''

ڈاکٹر حسن نے کہا۔

''کتنا عرصہ درکار ہو گا اس پراسس میں۔۔۔۔؟؟''

ڈاکٹر زاکر بولے۔

''انکی ول پاور پر منحصر ہے۔۔۔۔۔۔جتنا زیادہ وہ غور و فکر کریں گی اتنی جلدی۔۔۔۔''

ڈاکٹر حسن مسکرا کر بولے۔

''بہت شکریہ ڈاکٹر حسن۔''

ڈاکٹر فرح نے مسکرا کر کہا۔

''یور آر آلویز ویلکم ڈاکٹر۔''

ڈاکٹر حسن مسکرائے۔

''اوکے۔۔۔۔میں چلتا ہوں۔۔۔۔مجھے ہاسپٹل جانا ہے۔۔۔۔''

ڈاکٹر حسن الوداعی کلمات کہتے نکل گئے۔

ڈاکٹر زاکر نے ساری بات کرنل صاحب کے گوش گزاری۔

سر گھٹنوں پر رکھے، ہاسپٹل سوٹ میں ملبوس وہ معصوم لگ رہی تھی، بھورے بال کندھوں سے گر رہے تھے اور اپنی بے توجہی پر ماتم کناں تھے، بھوری آنکھیں اداسی کی تصویر بنے ایک ہی نقطے کو نظر میں رکھے ہوئے تھیں۔

''ہیلو میجر۔''

ڈاکٹر فرح بشاشت سے بولیں۔

میجر کیٹ نے سر اٹھا کے دیکھا۔

اسکی بھوری آنکھیں میں اجنبیت کے تاثر تھے۔

''کیسی ہیں آپ۔''

ڈاکٹر فرح خوشگوار لہجے میں بولی۔

میجر کیٹ نے دوبارہ سر گھٹنوں پر رکھ لیا۔

ڈاکٹر فرح کندھے اچکا کر واپس چلی گئیں۔

ooo

"ہیلو۔۔۔زیب۔"

شاہنواز نے کال کی۔

"جی بولیے شاہ۔"

"آپ گھر جا رہی ہیں۔"

شاہ نے پوچھا۔

"جی۔"

زیب نے مختصر کہا۔

"اوکے۔۔۔ملتے ہیں پھر۔"

شاہ نے مسکرا کر کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

زیب نے سامان پیک کیا اور ہاسٹل سے نکل آئی۔

ooo

امت انسا واپس آرمی میں چلی گئی اور اریش اسے دھمکیاں دیتا ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا۔

یوں ایک ہنستا بستا گھر ویرانہ بن کے رہ گیا۔

New Era Magazine

اریشنے نقلی پیپرز بنوائے اور گھر سیل کر دیا۔

امتالنسا نے بہت ہاتھ پیر مارے پر ہر طرف سے ناکامی ہوئی۔

"اریش میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

امت النسا چلائی۔

"مما کی آخری نشانی تم نے بیچ دی۔"

وہ قبرستان کی طرف چلنے لگی۔

قبر کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھے وہ ان کی قبر پر جھک گئی۔

"مما آپ کیوں چلیں گئیں۔"

وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

بہت سا وقت اپنے آنسو قبر کی مٹی پر گراتے اسکا دل پرسکون ہوا تو اس نے واپسی کے قدم بڑھائے۔

"مجھے اب وہاں رہنا ہو گا۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی اور گلی کی چین میں ڈالی چابی کو مٹھ میں جکڑا۔

"آپکی امت النسا آپکے ہر خواب کو سچ کر دکھائے گی ماما۔"

گیٹ پر لگے زنگ آلود تالے کو کھولتے مخاطب ہوئی۔

لمبی روش پر انتہائی گرد تھی، برسوں سے بند پڑے اس گھر کا کونا کونا گرد سے اٹا ہوا تھا۔

سویمنگ پول سوکھا ہوا تھا، نیلی ٹائلوں پر گرد ہی گرد تھی۔

لان کی گھاس اس قدر بڑھ چکی تھی کہ سوکھ سوکھ کر لان میں بکھری پڑی تھی۔

گھر کے اندرونی دروازے پر رک کے اس نے دیکھا۔

تین پشتوں سے بنایہ گھر اب اسکی ملکیت تھا جو کہ اریش کی نظروں سے اوجھل تھا۔

OOO

"سوسوری میں لیٹ ہو گیا یار۔"

شاہنواز کان پکڑتے ہوئے بولا۔

بلیک جینز اور بلیک ہی شرٹ میں بھورے بال کھلے چھوڑے وہ قیامت لگ رہی تھی۔

"جائیں میں آپ سے بات نہیں کرتی۔"

زیب خفا ہوئی۔

"سوری نا یار۔"

شاہنواز نے کان پکڑے۔

تھوڑی بہت منت سماجت کے بعد وہ مان گئی اور دونوں آئس بار کے اندر چلے گئے۔

"بہت حسین لگ رہی ہو۔"

شانواز محبت سے بولا۔

"رئیلی۔۔۔"

زیب نے ابرو اٹھائے۔

"ہاں نا۔"

New Era Magazine

شاہنواز ہنستے ہوئے بولا۔

"شاہ۔۔۔مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

زیب نے کہا۔

"بولیں۔"

شاہنواز سنجیدہ ہوا۔

"مجھ سے محبت کرتے ہیں۔"

زیب نے سوال کیا۔

"بہت۔۔۔۔۔۔آپ کی سوچ کی حدود سے پرے۔"

شاہنواز جزب سے بولا۔

"مجھے چھوڑیں گے تو نہیں۔۔۔۔"

زیب نے سرسراتے دل سے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا زیبو۔۔۔۔۔۔تم میری محبت میری زندگی ہو۔۔۔۔تم سے دور جانا۔۔۔۔۔ممکن ہی نہیں ہے۔"

"وعدہ۔۔۔"

زیب نے ہاتھ بڑھایا۔

"پکا وعدہ۔"

شاہ نے اسکا ہاتھ دبایا۔

"آئی لو یو سو مچ زیب۔"

شاہنواز مسکاتے ہوئے بولا۔

"لو یو ٹو شاہ۔۔۔۔ موردین ورڈ کین سے۔"

زیب نظریں جھکائے بولی۔

شاہنواز فریفتہ ہو گیا اسکی جھکی نظروں پر۔

ooo

(جاری ہے)

Next Episode will be posted soon on new era magazine

نوٹ

محبت فرض ہے تم پہ کیا پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine